

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تشیع کا نام

اسلام اور عہدِ حاضر کے سائنسی کارنامے

پچھلے دنوں روسی سائنسدانوں کے اس اعلان نے علم و تحقیق کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا کہ روس کے نکلے خلائی تحقیقات نے ہونا نہم کو سطح چاند پر اتار دیا۔ اور وہاں سے معلوماتی اطلاعات فراہم کیں پھر چند دن بعد زہرہ سیارہ پر بھی کمنڈ ڈالنے کی خبروں نے دنیا کو مزید حیرت میں ڈال دیا۔ جبکہ چاند کی مسافت کا اندازہ سائنسدانوں کے نزدیک اڑھائی لاکھ میل کے قریب ہے۔ اور نظامِ شمسی کے اس دوسرے سیارہ زہرہ کی مسافت (بقول سائنسدانوں کے) اس وقت ہم سے ساڑھے سترہ کروڑ میل دور ہے۔ موجودہ دور جو اپنے طبعی تحقیقات، علمی و فنی ایجادات اور اکتشافات کے لحاظ سے بجا طور پر تاریخ کا اہم ترین دور ہے اور سختی ہے کہ اسے اکتشافات و ایجادات کے عہد سے یاد کیا جائے۔ روس کے اس محیر العقول کارنامہ سے جو بلاشبہ سائنس اور اکتشافات کی دنیا میں ایک عظیم اور قابلِ فخر کارنامہ ہے جہاں علم اور سائنس کی دنیا میں ایک غلغلہ بلند ہوا ہے وہاں بعض حلقوں میں اس پر حیرت اور تعجب کے طے جلے جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مذہب کا عمیق مطالعہ نہ ہونے کی وجہ سے بعض سطحی اذہان شکوک و شبہات کے شکار ہوئے کہ سائنس کے ان نت نئے اکتشافات اور محسوسات کے اس مشاہدہ اور تجربوں میں اسلام کہاں تک ساتھ دیتا ہے۔ اور کیا تسخیر کائنات کی یہ لاقناہی کامیابیاں اور یہ برق رفتار پیش قدمیاں اسلام کے کسی اصول سے ٹکراتی تو نہیں؟ اور اس عالم کائنات و مادیات کے بارہ میں اسلام کا کوئی ایسا متواتر نظریہ یا عقیدہ تو نہیں جو انکشافات اور تسخیر کے کسی کارنامہ سے جوڑ نہ کھاتا ہو۔؟

آج کی فرصت میں ہم ایک مخصوص تنقیدی نقطہ نگاہ سے تسخیر کائنات اور سائنس کے دیگر کارناموں

کا جائزہ لیتے ہیں۔ تاکہ ایک طرف ان شکوک و شبہات کا ازالہ ہو سکے جو اذہان کی ناچنگلی کی وجہ سے اسلام کے بارہ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اس احساسِ کہتری کا ازالہ بھی ہو جن کے شکار بعض حضرات ان کارناموں کی پُر فریب چمک دمک کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ اور بالآخر یہ احساس ان اسلامی اذہان و قلوب کو اپنے مذہب کے بارہ میں مایوسی اور افلاس، غیروں کی ذہنی غلامی، اور فکری مرعوبیت میں مبتلا کر کے رکھ دیتا ہے۔

جہاں تک مذہب اور سائنس کے باہمی ٹکراؤ اور تصادم کے خدشات اور وسوسوں کا تعلق ہے عقل و فہم کی اس کج بددی اور فہم و نظر کی اس گمراہی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان اذہان میں مذہب اور سائنس کے دائرہ کار اور حدود رفتار کا تعین نہیں ہو سکا۔ حالانکہ مذہب اور سائنس کی راہیں بنیادی طور پر جدا جدا اور دونوں کے دائرے الگ الگ ہیں۔ سائنس و تحقیق اور علم و انکشاف کا سرِ کار اس عالمِ محسوسات و مادیات سے ہے۔ جو کسی طرح بھی ہمارے حواس و مشاہدات میں آسکتے ہیں۔ اور مذہب کی ساری جولانی غیب کی اس دنیا میں ہے جو ہمارے محسوسات سے ورادہ اور ماوراء ہے وہ ہمیں اس دنیا کی حقیقتوں کی خبر دیتا ہے۔ جہاں تک ہمارے عقل و ادراک اور احساس و شعور کی رسائی قطعی ناممکن ہے۔ مذہب ہمارے ان سوالات اور گتھیوں کے حل پیش کرتا ہے جس کے سلجھانے سے سائنس اور فلسفہ، علم و شعور کی طاقتیں داماندہ اور درماندہ ہو جاتی ہیں۔ عالم کی حقیقت کیا ہے؟ اس کارخانہ ہست و بود کی یہ ہنگامہ آرائیاں کہاں جا کر ختم ہوں گی؟ اس عالم آب و گل کی تخلیق کیونکر اور کس مقصد کیلئے ہے؟ پھر اس کائنات کی وہ جوہری ہستی جسے ہم "انسان" کے نام سے پکارتے ہیں جسم و مادہ کے اس کارخانہ اور قدرت کے ان لامتناہی خزانوں پر کیونکر قابض و حاوی ہے؟ اور بالآخر تسخیر و غلبہ کی یہ قوت و طاقت جسم و خون سے بنے ہوئے اس "عالمِ اصغر" (چھوٹے عالم) انسان کے ماتحتوں کیوں اور کس مقصد کیلئے ودیعت کی گئی ہے؟ عقل و فکر ان سوالات کے جواب دینے سے قاصر ہے۔

سائنس و تحقیق کا عالم انسانی جبلت کے ان فطری مطالبات کا جواب نہیں دے سکتا۔ اسے خود اپنی عجز و درماندگی کا اعتراف ہے۔ اور انکشاف و انکشاف کی اس دنیا کا بیٹے سے بڑا فلسفی، اور موجد اسباب و مسببات کے معنی حل کرتے والا بیٹے سے بڑا محقق، بیابانگ دہل اپنے تصور اور لاعلمی کا اعلان کر رہا ہے کہ:

"کائنات کے آغاز و انجام تک، مشاہدے کی رسائی نہیں ہے۔ اس لئے ہمارا دائرہ کار ان دونوں

سے الگ الگ ہے۔“ (فرانس کا مشہور ماہر سائنس پروفیسر کیرٹر)

دنیا کا ایک دوسرا شہسوار جے ڈبلیو این سلینون کتنی صفائی سے اقرار کرتا ہے کہ زندگی جو انسان کی سب سے زیادہ قریب حقیقت ہے۔ سائنس اسکی کیفیت و نوعیت اور ماہیت و آغاز کے ادراک سے قاصر ہے۔ :

”اور انسان کے گہرے مسائل سائنس کی سرحد سے باہر واقع ہیں۔ سائنس تو محض ایک ابتدائی کوشش ہے۔ اور اسکی تمام ”سچائیاں“ مشروط ہیں۔ (برٹن ص ۱۰۱)

سٹرایچ جی ویلز لکھتا ہے کہ :

”بہت سے سائنسدانوں نے زندگی کے آغاز کا پتہ لگانے کی کوشش کی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اب تک اس کے متعلق کوئی قطعی علم حاصل نہ ہو سکا۔“

تھامس ہنری ہکسے مزید وضاحت سے عقل و سائنس کے اس بے دست و پا ہونے پر روشنی ڈالتا ہے :

”جب ہم پچھلے زمانہ کی طرف مڑ کر دیکھتے ہیں تو ہمیں زندگی کے آغاز کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں ہوتا اور ہم اس غہر کی کیفیت پر قطعی ریسے قائم نہیں کر سکتے۔“

انہی کے ہم نام جوہلین ہکسے کو اقرار ہے کہ :

”ہم صرف مظاہر تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور جہاں تک سائنٹفک تحقیقات کا تعلق ہے۔ ہمارا علم صرف مظاہر کی تشریح اور ترجمانی کرتا ہے۔ سائنس کی حقیقت آزادانہ تحقیقات اور تجربات میں مضمر ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے اصول و مبادی غیر متغیر ہیں۔ اس میں حذف و اضافہ و ترمیم کا ہر وقت امکان ہے۔“ (برٹن ص ۱۰۲ ج ۶ ش ۱)

ہکسے کے اس قول کے خط کشیدہ الفاظ خاص طور سے اس حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں کہ استدلال و فلسفہ کی بنیاد پر کھڑے کئے گئے اصول و مبادی کتنے کمزور اور بے تمکین ہوتے ہیں۔ پھر زندگی کے فطری سوالات اور حقائق کی رہنمائی ان تغیر پذیر نظریات و مبادی سے کس طرح ممکن ہے؟ سائنسی اصول و نظریات کی یہی بے ثباتی اور کمزوری ہے کہ جب بھی سائنس کی دنیا میں کائنات کی حقیقت اور ماہیت کے بارہ میں سوچا گیا تو اس کی بنیادوں میں تزلزل پیدا ہوا، جہل اور لاعلمی کی آندھیاں اٹھنے لگیں اور اعلان کیا گیا کہ :

”ہمارے دماغ کی فطری ساخت ہی اشیاء کی ماہیت اور کیفیت کے ادراک سے عاجز ہے ہم صرف کمیت کا ادراک کر سکتے ہیں۔ کیفیت کا نہیں۔“ (پروفیسر کیرٹر برٹن ج ۶ ش ۱)

پروفیسر نڈل نے سمجھانے کیلئے گھڑی کی مثال دیکر سائنس کے حدود و اختیارات کا تعین کیا اور کہا کہ :

”مجسمہ ہی حال واقعات و حوادث فطرت کا ہے۔ عالم کی اس مشین کے اندر بھی ایک مخفی مشین کار فرما ہے۔ اور ایک خزانہ قوت ہے۔ جو اس مشین اور ذخیرہ قوت سے پردہ ہٹا کر یہ بتاتا ہے کہ واقعات و حوادث انہی دونوں کے باہمی تعلق کا نتیجہ ہیں۔ لیکن کارخانہ عالم کی یہ اندرونی مشین خود کیا ہے ؟ یہ کیسے بنی ؟ اور اس گھڑی کو کس نے کوکا۔ ؟ اور اسکی پلاسٹک والی قوت کہاں سے آئی ؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا بواب سائنس کے بس سے باہر ہے۔“
(الدین القیم ص ۲)

لاریب کہ عالم سائنس کے یہی شہباز آج خلا کو مسخر اور نظام شمسی کے بڑے سے بڑے اجرام کو زیر کر رہے ہیں۔ مگر زندگی کے وہ فطری حقائق جن کے سمجھنے اور پانے سے خدا و آخرت پر ایمان لانے والا کوئی شخص بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ نہ ہر وہ شخص جس کے سر میں انسانی دماغ ہے۔ گہرہ نہیں۔ اس کے تسلی بخش حل سے مستغنی ہو سکتا ہے۔ سائنس، اختراع اور ایجاد کی دنیا اس بارہ میں کوئی رہنمائی نہیں کر سکی۔ اور پکار پکار کر کہا جا رہا ہے کہ :

”سائنس کسی چیز کی بھی کال تو جیہہ نہیں کر سکتی نہ اس کے اسباب اول تا آخر بتا سکتے ہیں کیونکہ انسان کا اعلیٰ سے اعلیٰ علم بھی تاویل و توجیہ میں آغاز و استیاء کی طرف چند قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔“ (یکتے)

اسی یکتے نے عالم سائنس کے بنیادی اصول و مباحث، سلسلہ علت و معلول انرجی الیکٹرون سالمات (اجزاء و لاتجزئی) وقت اور زمانہ کی گتھیاں سمجھانے میں ایک زندگی کھپا دی۔ مگر بالآخر اسباب و مسببات کے درمیان زمین و آسمان کے قلابہ ملاسنے اور عقل و احساس کے گھوڑے دوڑانے کے بعد اسے بر ملا اپنی کتاب ”اصول و نتائج“ میں اعتراف کرنا پڑا کہ :

”وجود کی علت اولیٰ کا مسئلہ میرے حقیر قہقہ کی دسترس سے باہر ہے۔ اس باب میں یقینی لا یعنی ہرزہ سرانیاں پڑھنے کا موقع مجھے ملا ان میں سب سے بدتر ان لوگوں کے دلائل ہوتے ہیں۔ جو آغاز عالم کے متعلق روشنگاریاں کرتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے بہلات ان سے بھی زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ جو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی خدا نہیں ہے۔“ (بحوالہ الدین القیم)

یہ صرف چند نمونے اور اقتباسات ہیں جن سے لاریب اور غیر محسوس عالم کے بارہ میں سائنس

کی درمندی اور زندگی کے فطری تقاضوں اور سوالات سے اس کے فرادگریز پر روشنی پڑتی ہے اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مذہب اور سائنس کے دائرے قطعی جدا جدا ہیں۔ ان میں تعارض و تضاد کا سوال نکلیدا نہیں ہوتا۔ کیا خوب فرمایا ایک باخ نظر فلسفی اور صاحبِ دل عالم نے کہ:

”اگر خشکی کی ٹرین سمندر کے جہاز سے ٹکرا سکتی ہے تو سائنس بھی مذہب سے ٹکرا سکتی ہے۔“

عرض آج جن لوگوں کو سائنسی کارناموں سے مذہب کی بنیادیں گرتی اور لرزتی معلوم ہو رہی ہیں یہ ان کی اپنی نظر کی کوتاہی اور عقل کے فتور کی دلیل ہے۔

برچہ حقیقت اگر ماند پرودہ بزم نگاہ دیدہ صورت پرست ماست

مشاہدات و محسوسات کی وہ آخری سرحد جہاں سائنس ہمیں بے یار و مددگار ظلمتِ بعضنا فوق بعض (تہ بہ تہ اندھیرے) کے عالمِ جہل و بے خبری میں چھوڑ کر الگ ہو جاتی ہے۔ ٹھیک وہاں سے اقلیمِ مذہب کی حدود کا آغاز ہوتا ہے جسکی پہنائیاں لامحدود ہیں۔ اور جسکی وسعتیں علم و ہدایت، فکر و فہم، عقل و خرد کے تمام خزانوں کو سمیٹی ہوئی ہیں۔ جہاں ظلم و جہل تام کی کوئی شے موجود نہیں اور ہی نود ہے۔ علم حقیقی کی ضیا پاشیاں اور قدرت و فطرت کے اٹل اصول اور لازوال مبادی کی فرمانروائیاں ہیں۔ فطرۃ اللہ الّٰہی فطرۃ الناس علیہا لا تبدل الخلق اللّٰہ ذلک الدین الّٰہی القیم و لکن اکثر الناس لا یعلمون۔ جس سرحد پر محسوسات و مشاہدات کا علم ہمیں حیران و سرگردان چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔ وہاں سے مذہب اگر ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اور انسانی فطرت کے سوالات کے جوابات دیتا ہے۔ ہمیں تخلیق کائنات اور انسانی پیدائش کے مقاصد سے روشناس کرانا اور شکوک و شبہات کی تمام گتھیاں سلجھا کر انسانی قلوب و اذہان کو سکون و اطمینان کی نعمت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ زندگی کی حقیقت اور عالم کے آغاز و انجام کے بارہ میں انسانی رہبری کے بعد مذہب ہمیں سکھاتا ہے کہ یہ زندگی کن خطوط پر بسر ہونی چاہئے۔ اور قدرت نے تسخیر و غلبہ کی جو استعداد انسان کو دی ہے۔ اسے کن مقاصد میں لگانا چاہئے؟ مذہب کہتا ہے کہ مشاہدات و محسوسات کی یہ ساری کائنات اُن اعلیٰ مقاصد کے حصول کا وسیلہ ہے جس کی بنا پر عالم کے اس بزمِ صغیر ”انسان“ کو پوری کائنات پر سبقت دی گئی اسے اشرف المخلوقات یہاں تک کہ اسے ”خلافت ربانی“ کے آخری مقام عروج پر فائز کیا گیا۔ مذہب کہتا ہے کہ اس ”زندگی“ کو جس سکے اور اک سے تمہاری سائنس و عقل قاصر تھی۔ آخرت اور ایک ابدی زندگی کا ذریعہ بناؤ اور اس طرح بقائے دوام اور لافانی ہونے کی وہ فطری خواہش حقیقی معنوں میں پوری کر دو جس کا ولولہ اور تڑپ تمہارے خمیر میں شامل ہے۔ مذہب ہمیں ہرگز ان

تخیری قوتوں کو کام میں لانے سے نہیں روکتا جو ہماری شریست میں قدرت کے دستِ فیاض نے رکھیں۔ وہ کہتا ہے کہ تم ستاروں کو گن سکتے ہو آفتاب و قمر کو زیر کر سکتے ہو ہواؤں اور سمندروں کو مغلوب کر سکتے ہو زمین و آسمان کی وسعتیں سمیٹ کر اپنی منہی میں لا سکتے ہو۔ تیز رفتار اور دیوہیکل بے جان اجسام کو خلائی سیارہ، جہاز، ریل اور بحری بیڑے کی شکل میں دوڑا سکتے ہو۔ کائنات کے عناصر راجعہ کی حقیقتیں اور ماہیتیں بدل سکتے ہو۔ یہاں تک کہ ان کائنات سے ایسی توانائیوں کی صورت میں قوت اور طاقت کی لامحدود دولت حاصل کر سکتے ہو۔ تمہارے لئے آسان ہے کہ پہاڑوں کے جگر شق کردہ اور خلا کی پہنیاں پھیر ڈالو اور ممکن ہے کہ تم زمین کے علاوہ زہرہ و مانتاب اور نظامِ شمسی کے دیگر سیاروں کو بھی اپنا مسکن اور حوالہ نگاہ بنا دو کہ یہ سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا گیا۔ اور یہ بھی ناممکن نہیں کہ دجالی تہذیب کے کامل ارتقاء و عروج کے زمانہ میں تمہاری یہ تخلیقی قوت اور اختراعی صفت درجہ کمال تک پہنچ جائے۔ تم بادل برسائے اور مصنوعی صورتوں سے احیاء اموات پر بھی قادر ہو جاؤ۔

مذہب اس دن کے انتظار میں ہے کہ تم یہ سب کچھ کر سکو کہ اس کے بہت سے دعوؤں کی مزید توثیق و تصدیق تمہارے ان سائنسی کارناموں پر موقوف ہے۔ اس طرح اخبارِ غیب اور رجالِ غیب کے وہ سارے دعوے اور حقیقتیں تم پر عیاں ہو سکتی ہیں جسے تم اپنے مآذ و دماغ اور مغفوج ذہن کی بناء پر ناممکن اور محال سمجھتے تھے۔ وہ حقیقتیں اور خوارقِ عادات جس کا مظاہرہ اس کائنات کے خالق نے غیبی اسرار کی مناد شخصیتوں انبیاء و رسل کے ہاتھوں کر لیا تھا۔ تم آج سائنس اور صنعت، راکٹ اور میزائل کے سہارے خلاؤں کے میدان میں اتر رہے ہو۔ ہم نے مان لیا کہ صدیوں کی کد و کاوش کے بعد آج تمہاری رسائی غلاء سے پار کی دنیا تک ہو رہی ہے۔ مگر کیا آج سے چودہ سو سال قبل مخلوقات میں خلافتِ الہیہ کے سب سے عظیم منظرِ انسان نے "محمد عربی فداہ ابی دمی" کی شکل میں عروج و پرواز کی یہ ساری منزلیں یک جھپکنے میں طے نہیں کی تھیں؟ ولقد رایے من آیاتہ ربہ الکبیر۔

وہ جو خود انسانی ارتقاء و عروج کا آخری نقطہ معراج تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ جو پانچ سو ستارے تو کیا آسمانوں اور ملکوتی کائنات کی ساری بلندیوں سے بھی پرے پہنچ گیا۔ جہاں دنیا کی سب سے بڑی محرم راز اور طاقتور ہستی جبریل امین کی رسائی بھی ناممکن تھی۔ ملا اعلیٰ کے اس اسراء و معراج میں نہ تو انہیں کسی جسمانی قوت و طاقت کی ضرورت پیش آئی۔ اور نہ اس عالمِ مادیات و مشاہدات کی کسی

مادی قوت سے ان کی دستگیری کی۔ پھر یہ اسلام اور مذہب ہی تو تھا۔ جس نے انسانی عروج و استیلاء اور معراج و ارتقاء کی ایسی جلتی جاگتی تصویر محمد عربی کے معراج کی شکل میں صدیوں قبل دنیا کے سامنے رکھ دی۔ تسخیر کائنات کا اتنا قدیم تصور اور اس کے دائرہ امکان میں ہیسنے کی تعلیم کسی دوسرے مذہب نظریہ اور عقیدہ میں نے اس سے پہلے نہیں دی تھی۔ یہ غلامانِ تجربہ و سائنس اور بندگانِ عقل و ادب تک اس کا مذاق اڑاتے رہے۔ اور زندگی کی تمام حقیقتوں اور آغاز و انجام کے خدائی تقاضوں اور حکمتوں کی طرح اسکی بھی تکذیب کی۔ بلکہ کذب و اجمال میں غلطوایات کا۔

~~~~~

الغرض قدرت نے ہمیں پوری فیاضی سے اس کائنات سے فائدہ اٹھانے کا اختیار دیا۔ کہ زندگی کے فطری سفر میں جو بھی رکاوٹ تمہارے سامنے آئے اسے زیر و زبر کر دو۔ مگر ہاں! زندگی کے کسی لمحہ اور کسی ثانیہ میں اس حقیقت سے غافل مت ہو کہ تمہاری یہ تمام قوتیں اور توانائیاں کسی "غیر" کی کرم نازیوں کا نتیجہ ہیں۔ ایک درادِ الودہ ہستی ہے جس نے تمہیں عقل و خرد کی نعمت سے نوازا اور تسخیر و تصرف کے یہ راستے سمجھائے اس نے اپنی بے مثال فضل و کرم سے تمہیں عقل کی دولت دی۔ استنباط و استخراج کی نعمت سے نوازا۔ جس کے ذریعہ تم کائنات کو اپنی جولانی اور تصرف کی آماجگاہ بنائے ہوئے ہو۔ عقل انسانی اور شعور و ادراک کا یہ جوہر اُسی کا عطا کردہ ہے جس کے ذریعہ تم عناصرِ اربعہ کی باہمی تحلیل و ترکیب کر کے طاقت کے لازوال خزانوں پر قابض ہو گئے ہو۔ اگر اس کے فیضِ کرم کی کرشمہ سازیاں نہ ہوتیں اور اس نے اس قیمتی جوہر "عقل و فہم" سے تمہیں نہ نوازا ہوتا تو تم اس کائنات کی سب سے حقیر و ناتواں مخلوق ہوتے کہ اس کائنات میں عقل و خرد سے عاری مخلوق ہاتھی اور بیل وغیرہ جہم و ضخامت کے لحاظ سے تم سے بدتر ہوا ہوتا۔ پھر وہی رب ہی تو ہے جس نے عقل و خرد اور خلافتِ ربانی کی نعمتوں سے تمہیں نوازا کہ اس کائنات کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔

ولقد کرّمنا بنی آدم و حملناہم فی البر و البحر  
اور البتہ ہم نے بنی آدم کو فضیلت دی وہ نشئی و  
درزقناہم من الطیبات و فضلناہم علی کثیر  
تری دونوں کی قوتیں اسکی تابع کر دیں کہ اسے  
تمنّے خلقنا تعظیلا۔ اٹھائے پھرتی ہیں۔ اور اچھی چیزیں اسکی روزی

کیلئے پیدا کر دیں نیز جو مخلوقات ہم نے پیدا کی ہیں۔ ان میں سے اکثر پر اس کو برتری دی۔

هو الذی خلقکم ما فی الارض جمیعاً۔ اللہ وہی ذات ہے جس نے زمین کے بیچ ہر  
چیز کو تمہارے لئے پیدا کیا۔

غیب کی راہیں سمجھانے والا یہ آخری صحیفہ غیب کہتا ہے کہ یہ تو خدا ہی ہے جس نے انسان کو تمام مخلوقات کی حاکمیت عطا فرمائی اور سفلیات تو کیا عالم بالا کے شمس و قمر تک بھی تمہارے زیرِ کردار۔

اللہ الذی خلق السموت والارض والارض  
من السماء ما دنا خرج به من الثمرات  
رزقناکم وسخر لکم الفلك تجری فی البحر بامره  
وسخر لکم الابرار وسخر لکم الشمس والقمر  
وابینہ وسخر لکم اللیل والنهار واتاکم  
من کل ما سألتموه وان تعدوا النعمه  
اللہ لا تحصرها ان الانسان لظلوم  
کفار۔

اللہ وہ ہے جس نے بنایا آسمان و زمین اور آوار  
آسمان سے پانی پھر اس سے نکالی روزی تمہاری  
میوے اور سخر کیا تمہارے لئے کشتی کو کہ اس کے  
حکم سے دیا میں پہلے اور کام میں لگایا تمہارے  
لئے ندیوں کو سورج کو اور چاند کو ایک خاص  
دستور و نظام کے مطابق اور کام میں لگادیا  
تمہارے لئے رات اور دن کو اور ویاتم کو ہر  
چیز میں سے جو تم نے مانگی اور اگر گنوا اللہ کے

احسانات نہ پورے کر سکو بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکرا۔ (ترجمہ، شیخ الہند)  
اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں ساری مخلوقات سے زیادہ محتاج بنا کر بھی کائنات کی ہر چیز کو خواہ سفلی ہو یا  
علوی تمہاری بیگار میں لگادیا۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموت  
والارض واسمیع عنیکم نعمۃ ظاہرۃ و  
باطنۃ۔ (پہلی آیت منہ)  
باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔ (ترجمہ، مولانا احمد علی لاہوری)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ  
زمینوں میں ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے  
کام پر لگا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور

والانعام خلقتھا لکم فیھا دنۃ و منافع  
ومنھا تا کلوت و لکم فیھا جمال حین  
ترجعون وحین

اور اس نے تمہارے لئے چار پائے پر لکھے  
جن میں تمہارے لئے گرم کر نیوالی پوشاک اور

۱۔ نیز ملاحظہ ہو۔ وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجلہ مستفی ۲۳۔ وسخر الشمس والقمر لیقولن اللہ  
پہلی آیت ۶۰۔ الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی الارض والارض تجری بامره ۲۴۔ وسخر لکم الانهار ۲۵۔  
وسخر لکم اللیل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخراتہ بامره ان فی ذلک لآیت بقوم یعقلون پہلی آیت ۱۴۔  
وهو الذی سخر البحر (الم قولہ) لعلکم تشکرون پہلی آیت ۱۴۔ وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجلہ  
مستفی وان اللہ بما تعملون خبیر پہلی آیت ۲۳۔

تسرحوت وتحمّل الثقالکم الی بلدکم  
تکوّنوا بالغیہ الا بشیئۃ النفس  
ان ربکم لردف رحیم (الی قولہ)  
ویخلق ما لا تعلمون۔

طرح طرح کے فائدہ سنہ ہیں۔ اور ان میں سے  
بعض کو تم کھاتے ہو اور ان میں تمہاری نگاہوں  
کیلئے جمال و زینت بھی ہے۔ جب تم انہیں  
صبح و شام گھومنے پھرنے چھوڑتے ہو۔

اور یہی جانور تمہارا بوجھ ایک شہر سے دوسرے تک لے جاتے ہیں۔ کہ تمہارے بس میں وہاں  
پہنچنا تھا۔ مگر بڑی مشقت کے ساتھ بلاشبہ تمہارا پروردگار بڑا شفقت اور رحم والا ہے۔ الخ  
پھر وہ بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے جنکی تمہیں خبر نہیں۔

کیا آیت بالا کا آخری ٹکڑا ویخلق ما لا تعلمون اکتشافاتِ حاضرہ اور موجودہ دور کی نئی اختراعات  
کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔؟

ان آیاتِ بنیات سے یہ حقیقت بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ انسان کے یہ تسخیری کارنامے  
منشاء قدرت کے خلاف نہیں ہیں۔ اور نہ اسلام تمہیں اس سے روکتا ہے۔ بلکہ جگہ جگہ تفکر اور تدبر و تفہیم  
کی خاطر ہمیں اس کائنات کی وسعتوں میں غور و فکر اور سیر فی الارض کی دعوت دیتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ  
ہم اس عالمِ مشاہدات کے انفسی اور آفاقی آیات کو اس کے خالق کی پہچان اور ان قوتوں کو اسکی مرضیات  
کے حصول کا ذریعہ بنائیں۔ تمہاری یہ ”خلانوردیاں“ اسکی عظمت و قدرت کی پہچان کا ذریعہ مبنی جائیں۔  
اور ہر نئے انکشاف و اختراع اور ایجاد و ادراک کے وقت تمہارا رُواں رُواں اسکی کبریائی میں  
دُوب جانا چاہئے۔ کہ اس نے تمہارے آرام و آسائش کی خاطر نعمتوں کی ایک دنیا بسا دی۔ اب تمہارا فرض  
ہے کہ اس کی حمد و ستائش کے گیت گاتے ہوئے اسکی نعمتوں کو ٹھکانے لگا دو۔ یہ چاند اور  
سورج تو اس کے انعامات و اکرامات کا ایک ذرہ ہے۔ اور اس طرح اس عالم کا ہر ذرہ انسانیت کے  
ابدی فلاح، دائمی امن، اور بقا کا وسیلہ بننا چاہئے نہ کہ تمہاری یہ سائنس و تحقیق، اسکی عظمتوں سے  
سے غفلت و انکار، اور اسکی نافرمانی و سرتابی، اس دنیا کی مخلوقات پر ظلم و تعدی کا ذریعہ بن جائے۔  
کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایجادات تمہاری بھی و حیرانی جبلت کی وجہ سے عالم کی تباہی و بربادی اور مخلوق کی  
ویرانی اور بربادی کا سبب بن جائیں۔ — بلکہ

ثم تذکرہ النعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ  
وتقولوا سبحان الذی سخر لنا هذا  
پھر جب اس پر تمہارا تسلط ہو جائے تو اپنے  
رب کا احسان یاد کرو۔ اور کہو کہ پاک ذات

وما کنالہ مقترنینیہ وانا الی ربنا المنقلبون۔ ہے وہ جس نے اس کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم ہرگز اس کو اپنے قابو میں نہ لا سکتے تھے، (اگر اسکی رہنمائی و مدد گیری نہ ہوتی)۔ بالآخر ہم سب کو اسکی طرف لوٹنا ہے۔

کذلک سخرنا ہا لکم لعلکم تشکرون۔ اللہ نے انہیں تمہارے لئے ایسا سحر کر دیا تاکہ تم شکر کرو۔

کذلک سخرنا لکم لتکبروا للہ علی ما ہذا کم۔ اس طرح انہیں تمہارے تابع کر دیا تاکہ تم اللہ کی بزرگی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت کی۔ (ترجمہ حضرت مولانا لاہوری)

الغرض سائنسی کارناموں یا چاند اور سورج کی تسخیر کے بارے میں اسلامی تعلیمات میں کوئی ایسی تصریح نہیں پائی جاتی جس سے ان چیزوں کی نفی ہوتی ہو۔ سورج اور چاند کا کسی خاص آسمان میں ہونا یا دیگر سیارات کیلئے آسمانوں سے اوپر یا پانچویں یا چھٹے آسمان کے تعین کے جواقول مشہور ہیں۔ وہ فلسفہ یونان یا بطلیموسی علم ہیئت، یا اسرائیلی روایات پر مبنی ہیں۔ البتہ قرآن و سنت سے آسمانوں کا وجود ان کا ذی جرم ہونا ان میں دروازوں، گذرگاہوں کا پایا جانا، ان کا مختلف منازل و برج پر تقسیم ہونا ثابت ہے۔ اکابرین اسلام میں حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ کی روایات میں تصریح پائی جاتی ہے کہ نظامِ فلکی کے تمام سیارے شمس و قمر سمیت قنادیل معلقہ (لٹکے ہوئے قانونوں) کی مانند آسمانوں کے نیچے موجود ہیں۔ اور آسمانوں کا مقام ان تمام سیاروں سے اوپر ہے۔

باقی ان علوم کے بارے میں اصولی بات وہی ہے جو امام غزالیؒ نے اپنی خود نوشت وادوات واثارات المنقذ من الضلال میں ارشاد فرمائی کہ ریاضیات، منطقیات، طبیعیات وغیرہ کا مذہب سے نفیاً واثباتاً کچھ بھی تعلق نہیں۔ اور نہ مذہب کے اثبات کے لئے ان کے انکار کی ضرورت ہے۔ ان طبیعیات علوم کے بارے میں (جس میں عالمِ سموات وکواکب، عناصر اربعہ اور اجسام مرکبہ و مفردہ سے بحث ہوتی ہے) ہمیں یہ اصولی بات یاد رکھنی چاہئے کہ طبعیت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ خود مختار نہیں جو لوگ ان علوم کی باریکیوں سے مرعوب ہو کر یہ خیال کرتے ہیں کہ علوم غیب وحقائق میں بھی ان لوگوں کی مہارت کا یہی حال ہوگا وہ غلطی پر ہیں۔

امام غزالیؒ ایک طرف علماء طبیعیات کے ان کارناموں سے مرعوب افان اور ان کی تقلید میں دین کے انکار اور استخفاف کرنے والوں پر سخت گرفت کرتے ہیں تو دوسری طرف ان سطحی افان پر بھی تنقید کرتے ہیں جو ہر نئی دریافت اور مادی اکتشاف کو اسلام سے متصادم سمجھ کر اس کے ماننے سے

انکار کر بیٹھتے ہیں۔ حجة الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں :

الأفة الثانية نشأت من صدق الاسلام  
جاهل ظن ان الدين ينبغي ان ينصر  
بانكار كل علم منسوب اليهم فانكر جميع  
علومهم وادعوا جملهم فيها حتى انكروا لهم  
في الكسوف والخسوف وزعم ان ما قالوا  
خلاف الشرع فلما قرع ذلك بسبع من  
عرف ذلك بالبرهان القاطع لم يشك  
في برهانه ولكن اعتقد ان الاسلام  
مبنى على الجمل وانكار البرهان القاطع  
فيروا دلفلسفة حياء للاسلام بغضا  
ولقد عظم على الدين جناية من  
ظن ان الاسلام ينصر بانكار هذه  
العلوم وليس في الشرع تعرض لهذه  
العلوم بالنفي والاثبات ولا في هذه  
الامور تعرض للاصول الدينية -

طبعیات سے مرعوب ہونے کی طرح یہ بھی  
ایک بڑی آفت ہے کہ اسلام کے بعض  
نادان دوست فلاسفہ اور علماء طبعیات  
کی ہر نئی دریافت اور نظریہ اور ان کے ہر  
دعویٰ کی تردید اپنا فرض اور اسلام کی خدمت  
سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ طبعیات کے سلسلہ  
میں سورج گرہن چاند گرہن تک کے بارے  
میں ان کی باتوں کو خلاف شرع اور مذہب  
سے متصادم سمجھ کر ٹکرا دیتے ہیں۔ اس کا مضر  
پہلو یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ان نظریات و  
اکتشافات کی صداقت کے قائل ہوتے  
ہیں، اور مضبوط دلائل سے ان کے ہاں یہ  
چیزیں مسلم ہو چکی ہوتی ہیں۔ ان کا اعتقاد  
خود اسلام کے بارے میں متزلزل ہو جاتا ہے۔  
(اور محاذ اللہ) وہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اسلام

کی بنیاد جہل اور مشاہدات سے انکار پر ہے۔ پھر بجائے طبعیات کے انکار کرنے کے اسلام  
سے ان کی بدگمانی بڑھ جاتی ہے۔ ان لوگوں کی اسلام کے بارے میں یہ بڑی جسارت ہے جن کا  
گمان ہے کہ اسلام ان علوم کے انکار کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ حالانکہ شریعت کو نہ تو ان اشیاء  
کا اثبات مطلوب ہے اور نہ انکار مقصود اور نہ ان علوم و تحقیقات میں دینی اصول کو تعرض ہو  
سکتا ہے۔ (المنقذ من الضلال للغزالیؒ ص ۱۸)

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے بخوبی واضح ہوا کہ سائنس کے کسی بڑے سے بڑے کارنامے  
کا مذہب کے کسی پہلو پر زور نہیں پڑتی۔ پھر اسلام جیسا دین فطرت — جو اپنے بنیادی اصول و  
ارکان روح اور مزاج اور مقاصد میں زندہ بھر ترمیم و تبدیلی کا روادار نہیں۔ اس کے مبادی اور اغراض لائقانی

اور اس کے احکام و قوانین اٹکی ہیں۔ ناممکن ہے کہ یہی ملتِ حنیفیہ سائنس و علم اور نظریات کے کسی پہلو کو قبول نہ کر سکے وہ ان مادی ترقیات کی مخالفت نہیں کرتا بشرطیکہ اس فانی کائنات میں تمہارا یہ تلک و تنازع مقاصد و مبادی اور انجام سے بے فکری کا باعث نہ بنے اور تم وسائل و ذرائع کو زندگی کا مقصد نہ ٹھہراؤ۔ یہ چیزیں بذاتِ خود نہ خیر میں نہ شر۔ اگر تمہاری یہ تسخیری قوتیں عالم کی فلاح انسانیت کی باہمی خیر خواہی و ہمدردی حقیقتِ انسانی کی پہچان کا ذریعہ اور حصولِ آخرت کا وسیلہ بنتی ہیں تو ان کی خوبی کے کیا کہنے۔ اور اگر تمہارے یہ ایجاد و اختراعی کارنامے دنیا کے مختلف ممالک کی تباہی و بربادی عالم کی تخریب کاری اور انسانیت کی پریشان حالی، ایک دوسرے کو مغلوب و مقہور کرنے اور صفحہ ہستی سے مٹانے کا باعث بنتے ہیں۔۔۔ اور جیسا کہ دو عالمی لڑائیوں سے لیکر اب تک ان اشیاء کے استعمال سے ثابت ہو رہا ہے۔ تو تمہاری یہ سائنس و تحقیق اور یہ شبانہ روز کوشش صرف

لے بیرویشیا کی ولد و زواستائیں گے بھونی ہوئی صرف ایک دن (۶ اگست ۱۹۵۵ء) کو صرف ایک بم سے جاپان کا یہ عظیم الشان شہر ہیونڈو خاک ہو کر رہ گیا صدر میونسپلٹی کی رپورٹ کے مطابق اس ایک بم سے دو لاکھ چالیس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ سینکڑوں میل تک فضا تابکاری ذرات سے زہر آلود ہوئی اور جس کی تاثیر سے بچے ہوئے لوگوں کا خون تحلیل ہوا۔ انکے بال گرتے رہے اعضاء سکڑ گئے اور رفتہ رفتہ موت کے گھرے میں جا گئے (ترجمہ مافذ انصر العالم) پچھلے ہفتہ فرانس کے مشہور رسالے پیرس مارچ میں اس تباہی کی ہلاکت آفرینی کی مفصل رپورٹ شائع ہوئی جس کا ترجمہ جنگ ۱۰ مارچ ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔ اس رپورٹ کا کہنا ہے کہ ”دس لاکھ برسوں کی انسانی ترقی پر چند لمحوں میں پانی پھیر دیا گیا۔“ یہی حال دوسرے شہر ناگاساکی کا ہوا۔ یہ تو اس وقت کے ایٹم بم کا حال تھا آج کے ایس میگان کا ایک بم ان بموں سے ہزار گنا طاقتور ہے اور اگر یہ بم ایسے شہر پر گرایا جائے جس کا رقبہ بیس میل میں پھیلا ہو تو چشمِ زدن میں یہ ماری آبادی نیست و نابود ہو جائے گی۔ برطانوی سائنسدانوں کے انداز سے کے مطابق لندن یا نیویارک بھی گنجان آبادی پر یہ ایک بم دو کروڑ انسانوں کو موت کی غیند سلا سکتا ہے۔ امریکی حکام اپنی ایسی دور مار میزائلوں کا دعویٰ کر رہے ہیں جس سے براہِ راست چین اور روس کو تباہ کیا جاسکتا ہے۔ حکومتِ روس اعلان کر رہی ہے کہ اس کے پاس ایک سو بیس گنا ایٹم بم تیار ہو چکا ہے جو روس سے ہزاروں میل دور دشمن کے علاقوں کے برصغری، اقتصادی، اور فوجی مرکز کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔ اور اس کے ہلک تابکاری اثرات لاکھوں مربع میل کے ہر جہاز کو مفلوج کر کے رکھ دیں گے۔۔۔ تہذیبِ جدید کی ان سائنسی فتنہ سازائیوں کی تعبیر حضرت اکبر الہ آبادی نے کیا خوبصورت کی۔

جان ہی لینے کی حکمت میں ترقی دیکھی موت کا روکنے والا کوئی پیدا نہ ہوا

یہ حال تو ان چیزوں کے اختیار و ارادے استعمال کا ہے۔ غیر ارادی اور تکنیکی طور پر ان چیزوں کی ہلاکت، آفرینی کا حال

اس جذبہ حیوانیت اور درندگی کی تسکین اور اس وحشت و  
بربریت کا ظہور ہے جو خدا اور تواریس فطرت سے غفلت و  
انکار، نادانیت کو ختم ہائے حیات بنانے کے بعد ان انسان  
جسموں کو وحشی درندوں اور چوپائیوں سے بھی ذلیل و خوار  
بنادیتا ہے۔ اولئک کا لانعام بل ہم اصلے۔ اگر تمہارا مقصد  
ان خلائی فتوحات سے زمین کے رہے ہے عین دیکھو  
کو تباہ کر کے اپنے سامراجی اور حیوانی ارادوں کو پروا کرنا  
ہے۔ تو کائنات کی ملوکتی طاقتیں تمہاری ان کامیابیوں پر  
لعنتیں بھیجتیں ہیں۔ اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں۔

تو کار زمین را نگو ساختی  
کہ بر آسمان بال و پر ساختی

پھر خدا کے نزدیک اس خلائی اور ایٹمی دور کے  
روشن خیال اور آدم نما درندہ سے قرونِ اولیٰ کا وہ  
غیر مہذب انسان ہزار درجہ بہتر ہے جو غاروں میں رہتا  
مگر اس کا دل انسانیت کے احترام و فلاح اور خدائی اقدار  
کی عظمت و تقدیس سے معمور تھا۔

واللہ یقول الحق وهو یصدق السبیل۔

جمع الحی

اس مضمون میں حسب ذیل کتابوں اور مضامین سے استفادہ کیا گیا۔  
(سائنسی علماء کے حوالے سے مؤخر الذکر تین کتابوں سے ماخوذ ہیں۔)

المنقذ من الضلال۔ لایام الغزالی

ماؤخر العالم بانحطاط المسلمین۔ لابی الحسن الندوی

الدین القيم۔ للعلامہ اگیلانی

اسلام اور انکشافات حاضرہ۔ فار قلیط (مطبوعہ برلن ج ۶ ش ۱)

(کاشیہ صفحہ ۱۳ سے آگے)

کیا ہے؟ پچھلے ایک ماہ میں دنیا کی صرف ایک حکومت  
کے ایک دار الخلافہ کو دیکھ میں ہے درپے ہوائی حادثوں  
سے تین سو افراد ہلاک ہوئے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں  
آٹھ دس ہوائی جہاز گر کر تباہ ہوئے۔ امریکہ کا ایٹمی اسلحہ  
سے ایس ہوائی جہاز بحیرہ سپین میں گر گیا اور ایک دنیا کو  
ہلاکت اور تباہی کے خطرے میں ڈال دیا گیا۔ بطرح اس  
درندگی و دہشت کو بھی نگاہ میں رکھئے جس کا مظاہرہ ویشٹم  
کی ہتھی انسانیت پر کیا جا رہا ہے۔ ان ہولناک

نتائج کو دیکھ کر ڈاکٹر الفریڈ یون نے جنگ عظیم کے بعد کہا تھا  
کہ جنگ عظیم کے بعد سائنسی انکشافات کے بارے میں میری اچھی  
توقعات کا خاتمہ ہو گیا میں نے دیکھا کہ وہی علوم و فنون اور بخیر  
کی ساری ممکنات جس سے انسان کی خدمت کی جاسکتی تھی  
انہی اسکے حق میں دشمن بن گئیں اور اسکی وحشت و سنگدل شقاوت  
اور دہشت میں ان آلات سے بددھماکانہ ہو گیا تو غریب و بربادی  
کی نظر غریب حقیقت وہ سب سے سائنسدان پر دھیسر توڑنے ان الفاظ  
میں ظاہر کی۔ کہ تم ہوائی جہاز کو نقصانے انسانی پرواڑتے دیکھ کر  
اس کے موجد کے عزم و ہمت پر عرشِ عرش کرنے لگتے ہو مگر ذرا  
ان مقاصد کا جائزہ لو جن کے ماتحت یہ ہوائی جہاز استعمال ہو  
رہے ہیں۔ وہ مقاصد کیا ہیں؟ نقصانے آسمانی سے ہتھی انسانوں  
پر بربادی انسانوں کے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا، زندوں کا گلا  
گھونٹنا، انسانی جسموں کو جلادینا۔ نہر بی گیسوں کا پھینکنا یہ مقاصد یا تو  
انگلوں کے ہو سکتے ہیں۔ یا شیطانوں کے۔ انما یرید اللہ ان یخذ تم بجا  
صدقہ اللہ خائفو انفسکم وحم کفرؤن۔ لایہ۔ جل مجزوت اعدا کالہ یعلمون  
(جمع الحق)